کی ایک کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے مبصر نے کہا کہ اسلام اور اشتراکیت میں کوئی تضاد نہیں ؟ سبحان اللہ — گھسی پٹی پرانی باتیں جو مسترد شدہ ہیں ان کو لاتے ہوئے یہ حضرات جھجکتے بھی نہیں۔ اگر کوئی کہہ دے کہ اسلام اور ہٹلر ازم میں یا اسلام اور بام مارگی تحریک میں یا اسلام اور کفر میں کوئی تضاد نہیں تو پھر کیا رائے ہوگی ؟

پچھلے دنوں آپ نے ایک انگریزی فلم کا ذکر سنا ہوگا جس کا عنوان تھا "پہلا پتھر کون مارے گا" یہ فلم چینلے سے پاکستان میں بنی اور برطانیہ کے مشہور چینل ۴ سے ۱۲ر دسمبر ۸۸ء کی شب ۱۱ بجے دکھائی گئی۔ کم ہی کسی کو یاد ہوگا کہ اس میں نہ صرف اسلام اور تعزیراتِ اسلام کا مذاق اڑایا گیا اور یہ بات اُبھاری گئی کہ نفاذِ اسلام سے عورتوں کے شرعی حقوق پامال ہوتے ہیں، نیز جنسی جرائم کی سزائیں وحشیانہ ہیں، بلکہ اس فلم کا اصل مقصد "جوازِ زنا" کی تحریک ہے۔ اب پاکستان میں اس سے لطف اندوز ہو جیئے !

ایک تصویر میں گورنر پنجاب کے تسمے باندھنے کے لیے ان کا پرائیویٹ سیکرٹری زمین پر گھٹنے ٹیکے ہوئے فرض ادا کر رہا ہے۔ اس تذلیلِ انسانیت کا بھی رشتہ بالآخر لادینیت سے جڑ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ منظر اسلام کے خلاف ہے۔ (نوائے وقت۔ ۷ر جنوری ۸۹ء۔ ص ۸ کالم ۶)۔

آپ کو یاد ہوگا کہ خبروں میں یہ بات اچھالی گئی تھی کہ دہلی سے روانگی کے وقت راجیو صاحب کے دائیں بازو پہ "امام ضامن" باندھا گیا تھا۔ امام ضامن غلط ہو یا صحیح۔ اس کی روایت بہرحال مسلمانوں ہی کے مذہبی رسوم سے جڑتی ہے۔ متذکرہ خبر بڑی توہین آمیز ہے۔

سابق صدر پاکستان نے بڑی محنت سے قومی لباس کو اہمیت دلوائی تھی اور وہ اونچے طبقوں اور تقریبوں میں رائج ہوا۔ مگر اب پی پی پی کی جو پارلیمانی تقاریب حلف برداری وغیرہ ہوئیں ان میں انگریزی مبارک لباس ایک بار پھر فوقیت پا گیا۔ دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تکبیر ۱۴ر جنوری ۸۹ء۔ ص ۵۰)۔

اب یہاں میں قادیانیوں کے پاکستان میں حالیہ اُبھار کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں، جس کے لیے لادینیت کی فضا سازگار ہے۔

چٹان میں ابن نفرم صاحب نے شکایت کی ہے کہ ڈرامہ سائے کی آخری قسط میں ڈاکٹر عبدالسلام

قادیانی کو دکھایا گیا۔ جنھیں مرزائی یہودی لابی کی سر توڑ کوششوں سے نوبل پرائز ملا ہے۔ شکایت یہ ہے کہ مسلمان بچوں کے کچے ذہنوں میں اس شخصیت کو ٹھونسنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (چٹان۔ جلد ۴۱، شمارہ ۴۵/۴۶/۴۷۔ ص ۲۷)۔

سید عطاء المؤمن بخاری نے ایک انٹرویو میں یہاں کے تازہ حالات کے متعلق یہ کہا کہ دینی نقطۂ نگاہ سے اسلامی تشخص ختم ہو چکا ہے۔ اور پاکستان کا تشخص ایک سیکولر ملک کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ ساتھ ہی فرمایا کہ:

"مرزائیوں کی سرگرمیاں ۲۹ مئی کے بعد اچانک تیز ہو گئی ہیں۔ مرزا طاہر نے ۱۲ اگست کی تقریر میں کہا ہیں جنرل ضیاء الحق کو یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ اس پر بھیانک عذاب آنے والا ہے۔ ۱۷ اگست کو ضیاء الحق کی شہادت کا سانحہ رونما ہوتا ہے۔۔۔ نسیم احمد سابق سیکرٹری اطلاعات ۲۵، ۲۶ اکتوبر کو پاکستان آئے اور باقاعدہ پیپلز پارٹی کی امداد کی۔ روزنامہ الفضل کی اشاعت، سالانہ جلسہ کرانے کا اعلان اور صد سالہ جشن کا پروگرام! ۔۔۔ اب مارشل لا کے جن سیاسی قیدیوں کو چھوڑا گیا ہے، ان میں وہ قادیانی بھی شامل ہیں جنھوں نے سکھر میں خطیب مسجد کو شہید کیا تھا۔ (گفتگو محمود احمد قریشی شائع کردہ تکبیر۔ ۱۲ جنوری۔ ص ۲۰، ۲۱)۔

یہاں سید عطاء المنعم صاحب نے قادیانیوں کا جس طرح ذکر کیا ہے، مجھے اس کے ساتھ ہی اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں قادیانی ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمارے نظام کا ان افسروں، ملازمتوں اور اداروں میں نفوذ کر جائیں، کیونکہ ان کا دیرینہ پروگرام یہی زیر عمل رہا ہے۔ اسی کے ساتھ مجھے دوسری اقلیتوں کے بارے میں کسی فرقہ وارانہ احساس کے بغیر یہ خیال ہوتا ہے کہ دو چیزوں کا خیال رکھنے کی بہت ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ ان کی آبادی کی رفتار اضافہ پر پوری نظر رکھی جائے، کیونکہ مسلمانوں کے خلاف کام کرنے والی یہودی اور عیسائی آبادیوں اور مشنریوں نے تو ایسے فیصلے کر رکھے ہیں۔ بعض مسلمان ممالک کو وہ آبادی + تعلیم کی قوت سے زیر نگیں بھی کر چکے ہیں۔ اب اگر ان حقائق کو سامنے رکھا جائے تو سوچنا چاہیے کہ اگر یہاں کی متعدد اقلیتیں ایک تو توالد و تناسل کے ذریعے آبادی میں اضافہ کریں، دوسرے ان کے لوگ باہر سے ناجائز طور پر داخل ہوں جیسے کہ پچھلے دو چار سال سے صورت حال ہے، اور تیسرے

پیچھے چھپے تعلیم اور ذرائع ابلاغ وغیرہ میں نفوذ کرتے کرتے ایکا ایک سر ابھاریں تو ۵۰، ۱۰۰ سال بعد معلوم ہو کہ اُن کی مجموعی تعداد تو ۱۵ ہزار ہو چکی ہے۔ اور اکثریتی مسلمان جن کو خاندانی منصوبہ بندی کا تختۂ مشق بنایا جاتا رہا ہو وہ ۴۹ ہزار تک پہنچ چکے ہیں تو نتیجہ کیا ہوگا۔ میں تو کہتا ہوں کہ ہمارے اندر بھی ایسے شدید اختلاف پسند اور متعصب گروہ ہو سکتے ہیں جو اقلیتوں کے ساتھ مل کر لادینیت کے محاذ کو مضبوط کرنا بہتر سمجھیں اور اصل مسلم اکثریت کی شکست کو وہ پسند کریں۔ مثلاً ہمارے ہاں ہمارے عزیز بھائی شیعہ (+ اسمٰعیلی + بوہرے) موجود ہیں۔ کیا سرکاری طور پر اندازے ہیں کہ ان کو حکومتی لحاظ سے کتنا حصہ حاصل ہے۔ اگر صرف پیپلز پارٹی ہی یہ بتا دے کہ اس نے کتنے سنی حضرات کو اور کتنے شیعہ حضرات (و خواتین) کو پارٹی ٹکٹ دیے ہیں اور کتنوں کو حال ہی میں خاص خاص عہدوں پر تعینات کیا ہے (مثلاً حبیب بینک کے صدر نامزد کیے گئے ہیں صفدر عباس زیدی) تو اس وضاحت سے پوری قوم صحیح مگر نامعلوم صورتِ حالات سے واقف ہو جائے گی۔

یہاں کوئی مسئلہ فرقہ واری کا ہے، نہ منافرت کا۔ بلکہ اکثریت، اس کے کسی شدید اختلافی گروہ اور غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کی صحیح تقسیم کا ہے (یعنی حصہ بقدر تناسب)۔

اس موقع پر یہ ذرا سی بات یاد دلا دینا مناسب ہوگا کہ جدہ میں محترمہ وزیر اعظم جب پاکستانیوں سے خطاب کرنے پہنچیں تو "حسینیت زندہ باد اور یزیدیت مردہ باد" کے نعرے بھی بلند ہوئے۔ یعنی اس گروہ نے اپنے وجود کو بڑی خوبی سے جتایا۔

مغرب کے ملحدانہ معاشروں میں جب تصورِ عدل بگڑا تو جرم پسندوں کی اکثریت رکھنے والے تمام ملکوں میں جرائم کا نشانہ بن کر اذیت و مظلومی بھگتنے والوں کے بجائے مجموعی ہمدردیاں جرم کاروں کی طرف منعطف ہو گئیں۔ فلسفے میں، نفسیات میں، قانون میں، لٹریچر میں اور اخباری پروپیگنڈے میں ہر طرف [illegible] رجحان ابھر آیا۔ قدرتی طور پر اسلام جو سوسائٹی کو جرائم سے پاک اور شہریوں کو مطمئن و محفوظ رکھنا چاہتا ہے اس کے ہاں "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ" "نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ" "خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا" "السَّعْيُ فَسَادًا" جیسے منصوص اصولوں پر نظامِ عدل اور سزائے جرم قائم ہے۔ بعض امور میں معافی نہیں، تاوان نہیں، بعض میں معافی مظلوم فریق کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی اسلامی